اپنے موجودہ حالات کے لیے مسلمان خود ذمہ دار

ڈاکٹر ایم اے ابراھیمی

ہندوستان کے موجودہ حالات کا تجزیہ کرنے کے لیے ہم 1947 میں تقسیم اور آزادی کے وقت جاتے ہیں، اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد نے دلی کی جامع مسجد سے مسلمانوں کو خطاب کیا، بہت سی نصیحتیں کی اور مسلمانوں نے ان پر عمل بھی کیا، آج پھر ایک انتشار کا ماحول بن گیا ہے، آج پھر ان کی یاد آئی ہے۔ آزادی کے بعد مسلمان دھیرے دھیرے سیاسی طور پر غیر ذمہ دار ہوتے گئے، مسلم عوام اور ان کے قائدین نے سیاسی شعور کا ثبوت نہیں دیا، عوام خواب غفلت میں رہ گئے۔

آزادی کے بعد مسلمانوں نے اپنی اہمیت بنانے کی کوشش نہیں کی، تعلیم پر دھیان نہیں دیا، حکومت اور اقتدار میں صحیح پیمانے پر شرکت نہیں کر پائے۔ آزادی کے بعد مسلمانوں کو مسلم دانشوروں کو پارلیمنٹ اور اسمبلی میں زیادہ سے زیادہ پہچانا چاہیے تھا، جو ان کی بات کو مضبوطی سے بول سکتے اور حکومت کے فیصلہ پر اثر انداز ہوتے۔ مسلمان مخالف اور عوام مخالف قانون بننے سے روک سکتے؛ لیکن ایسا ہو نہ سکا۔ حکومت چلانے کی مشنری میں آئی اے ایس، آئی پی ایس اور سول سروس میں مقابلہ جاتی امتحان کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ مسلم امیدوار کو کامیاب کرانا چاہیے تھا؛ لیکن یہ بھی نہ ہو سکا۔ اونچی جوڈیشری میں آنا تو اور بھی مشکل رہا ہے۔ میڈیا میں کچھ نمائندگی نظر آتی ہے۔ جمہوریت میں سیاسی اثر کا بڑا رول ہوتا ہے، ایم پی اور ایم ایل اے نمائندوں کے ذریعہ حکومت کی پالیسی اور قانون بنائے جاتے ہیں۔

آزادی کے بعد مسلمانوں کا سبھی سیاسی جماعتوں نے صرف ووٹ بینک کی طرح استعمال کیا، مسلمان ان کے دُم چھلے ہو کر رہ گئے، نام نہاد سیکولر سیاسی جماعتوں نے مسلمان ووٹ بینک سے اپنی تجارت بڑھائی۔ غور سے دیکھئے کہ سیکولر جماعتوں میں رہنما اور نمائندہ کتنے بدعنوان اور کرپٹ ہیں، مسلمانوں کے ووٹ بینک کی طاقت کا استعمال کر کے کروڑوں اور اربوں کی دولت کے مالک ہو گئے ہیں، یہ بھی دیکھئے کہ وہی نام نہاد سیکولر جماعتوں کے نیتا کروڑوں رقم لے کر انتخاب میں ٹکٹ دیتے ہیں، آخر ایمان دار، دانشور، باصلاحیت اور قابل مسلم امیدوار ایسے حالات میں کیسے ٹکٹ خرید سکتا ہے؟ مسلم عوام نے کبھی بھی سیکولر سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں پر دباؤ نہیں ڈالا کہ یہ ساسی جماعتیں تعلیم یافتہ، ایماندار، باصلاحیت اور دانشور مسلم شخص کو ہی ٹکٹ دے۔ نیز انتخاب کے وقت مسلم عوام بھی پیسہ لے کر ووٹ دیتے ہیں، اُن کے رہنما ووٹ کی ٹھیکیداری کرتے ہیں، کیا یہ قانونی جرم کے علاوہ بے ایمانی نہیں ہے؟ کیا یہ غیر اخلاقی نہیں ہے؟ کیا یہ غیر اسلامی نہیں ہے؟ صحیح تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ مسلم بااثر علاقہ کے مسلم دانشوران مل کر امیداروں کا انتخاب کرتے، ایسے امیدواروں کو سیاسی جماعتوں سے ٹکٹ دلواتے، حلقہ کے عوام خود چندہ جمع کر کے انتخاب کا خرچ اٹھاتے۔

جب انتخاب کا وقت آتا ہے تو مسلم عوام اور رہنماؤں کے سیاسی بے شعوری صاف عیاں ہو جاتی ہے، تعلیم یافتہ اور دانشور امیدوار کو ووٹ نہ دے کر ذات برادری پر ووٹ دے دیتے ہیں، انہیں ووٹ دیتے جن کی زبان پارلیمنٹ اور اسمبلی میں اس وقت بھی نہیں کھلتی جب مسلم عوام بحران سے گزر رہی ہو۔ بحران کے وقت مسلم باصلاحیت دانشوروں کو اپنے اپنے حلقہ میں مسلم سماج کی رہنمائی کرنی چاہیے۔

آزادی کے بعد مسلم عوام کا صرف ایک مقصد ہوتا ہے، انہیں جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ملے، مسلم عوام کی اقتصادی اور سماجی حالت دلت سماج سے بھی زیادہ بدتر ہو گئی ہے۔ لوگ ذات پات، برادری اور مسلک میں بنٹ گئے ہیں، مسلمان رہنما آپس میں لڑ کر کم ظرف سیاسی شعور پیش کر رہے ہیں فارورڈ اور بیک ورڈ کی احمقانہ لڑائی لڑی جا رہی ہے۔ وہ یہ بھول جاتے یں کہ جب فساد ہوتا ہے تو فسادی اور قاتل مسلمان کا ذات نہیں پوچھتے ہیں۔ ماب لنچنگ میں جتنے لوگ ہندوستان میں قتل کئے گئے ہیں، ان میں زیادہ تر پچھڑے طبقہ کے مسلمان ہیں، مسلم عوام ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بناتے رہتے ہیں۔ علماؤں اور دینی رہنماؤں کو مداخلت کر کے مسلم عوام کو متحد کرانا چاہیے تھا، انہیں مسلم معاشرہ کی حفاظت اور اچھے اخلاق کے لیے تیار کرانا تھا؛ لیکن ایسے علماؤں میں کچھ لوگ چھوٹے چھوٹے سیاسی عہدہ کو حاصل کرنے لیے مختلف سیاسی جماعتوں کے سپریمو کے پیادہ بن کر رہ گئے، ذات اور برادری کے نام پر پارلیمنٹ اور اسمبلی کے ممبر بننے اور بنانے میں لگ گئے، کلمہ گو مسلمانوں میں بے وجہ تفرقہ کیا گیا۔

یہ باعث تشفی ہے کہ مسلم عوام کے پسماندہ طبقہ کو زیادہ سے زیادہ آگے بڑھانے کے لیے فارورڈ سماج کے لوگوں نے پوری مدد کی ہے، یہاں تک کہ آئین کے دفعہ 341 میں ترمیم کر کے پسماندہ مسلمانوں کو جوڑنے کی قانون اور سیاسی لڑائی میں آگے آگے رہے۔ آج بھی اس طبقہ کے مسلمان کو کم سے کم پچھڑے طبقہ کا ریزرویشن تو ملا ہوا ہے، اس کی وجہ کر اس طبقہ کے نوجوان حکومت کی نوکریوں میں زیادہ آرہے ہیں، یہ خوشی کی بات ہے کہ ان کی کامیابی میں کوچنگ سنٹر کے اپر کاسٹ کے مسلم پروفیسروں کا اہم رول رہا ہے، اس کے باوجود سماج میں آپسی شک وشبہ بنا ہوا ہے۔ اس کو ختم کرنا بے حد ضروری ہے۔

جب لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں CAB (اب CCA) پر بحث ہو رہی تھی تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ایک رکن کو چھوڑ کر کسی مسلم، یہاں تک کہ غیر مسلم ایم پی نے بھی CAB کو NRC سے جوڑ کر بحث نہیں کیا۔ حکومت کی طرف سے بار بار اس نکتہ کو چالاکی سے الگ بتایا گیا اور آج بھی الگ بتا رہے ہیں، اگر پارلیمنٹ میں باصلاحیت مسلم ایم پی ہوتے تو CAB کے پاس ہونے سے پہلے ہی ملک کو اس کالے قانون کو سمجھ کر اسے روکنے کی کوشش ہوسکتی تھی۔ دلی کے بڑے مسلم وکلاء جو آج بڑھ چڑھ کر CAA اور NRC کے بحث میں اپنے خیالات دے رہے ہیں، انھوں نے بھی اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی، وہ اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ پہلے CAA قانون بن جائے، تب وہ عدالت میں عرضی دیں گے۔ تب انہیں موٹی موٹی رقم بھی ملے گی۔ گویا کہ ایسے بحران میں بھی نامور مسلم وکلا اپنی کمائی پر نظر ٹکا رہے ہیں، لوک سبھا میں جب CAB پاس ہوگیا تھا تو اسی دن مسلم عوام کو ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ دوسرے طبقہ کے عوام کے ساتھ پورے ملک میں سڑک پر آکر احتجاج کرنا تھا، لیکن مسلم رہنماؤں کی نااہلی کی وجہ کر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا، اس وقت احتجاج کرنے سے ہوسکتا تھا کہ حکومت میں اتحادی سیاسی جماعتیں اس بل کو راجیہ سبھا میں ووٹ نہیں دیتی، یا واک آؤٹ کرتی؛ لیکن افسوس ہے کہ NDA کے مسلمان ایم پی نے بھی بل کو پاس کرانے کی حمایت میں ووٹ دیا۔

CAA اور NRC کو نافذ ہونے کے بعد ہندوستان کے غریب اور پسماندہ طبقہ کو بہت زیادہ مشکلوں کا سامنا کرنا ہوگا، غیر مسلم دلت اور دوسرے طبقات کی تو مشکلیں کچھ برسوں تک رہنے کے بعد انہیں ہندوستان کی شہریت دوبارہ مل جائے گی؛ لیکن مسلم پسماندہ طبقہ سے زیادہ لوگ بے وطن متعین کئے جائیں گے، مسلمانوں کے کمزور طبقہ کے لوگ سب سے زیادہ متاثر ہوں گے، تقریباً تین چار کروڑ لوگ متاثر ہوسکتے ہیں۔ کچھ سالوں سے میں لوگوں کو بار بار بیدار کر رہا ہوں کہ ہندوستان اسرائیل، فلسطین اور میانمار کے راستے پر چل رہا ہے؛ لیکن مسلم رہنماؤں کی آنکھ نہیں کھلی تھی، ان کا کہنا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے اور مسلمانوں کو نقصان نہیں ہوگا۔ اب CAA اور NRC اور NPR کے جڑنے سے مسلم عوام چاہے وہ ناخواندہ ہوں، یا پھر گاؤں کے رہنے والے ہوں، سبھی کو پتہ چل گیا کہ خطرہ لاحق ہے، خاص کر مسلمان کے کمزور طبقہ کو بے وطن بنا کر ڈیٹنشن سنٹر میں جانا مجبوری ہوگئی ہے۔ ڈیٹنشن سنٹر کی تصویر نے سبھی مسلمانوں کی آنکھ کھول دی ہے، ابھی بھی سیاسی بیداری سے بحران کو عبور کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کی پوشیدہ منشا اور سازش کا پردہ فاش ہوچکا ہے؛ اس لیے اب NRC، CAA اور NPR تینوں کا بائیکاٹ کرنا لازم ہوگیا ہے۔ احتجاج تحریک لمبی ہوگی، سبھی عوام یعنی ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی مل کر مہاتما گاندھی کے راستے پر اہنسا اور ستیہ گرہ کو اپناتے ہوئے تحریک چلائیں۔ آئین، جمہوریت اور ملک کو بچائیں۔ آخر میں جیت عوام کی ہوگی، یہ خوشی کی بات ہے کہ آج سبھی مذاہب اور ذات کے عوام متحد ہو کر تحریک چلا رہے ہیں۔

موجودہ بحران مرکزی حکومت کی احمقانہ پالیسی کی مثال ہے، آسام میں NRC کرنے کا نتیجہ حکومت کے توقع کے برعکس نکلا، اس کا حل حکومت ایڈمنسٹریٹو طریقہ سے نکال سکتی تھی، غیر قانونی طریقہ سے رہ رہے 15 لاکھ غیر قانونی امی گرینٹس غیر مسلمانوں کو ہندوستان کے مختلف صوبوں میں بسا کر انہیں شہریت دی جاسکتی تھی۔ اس سے آسام کے عوام کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ رہا بچے ہوئے 5 لاکھ مسلمانوں کے نام کو ووٹر لسٹ سے ہٹایا جاسکتا تھا، اس طرح آسام میں NRC پر آگے کی کارروائی ہوسکتی تھی۔ اس طرح حکومت کی مسلم مخالف پالیسی بھی کامیاب ہوجاتی۔ ہندوستان میں اس پر کوئی خاص ردعمل بھی نہیں ہوتا؛ کیوں کہ تقریباً 50 لاکھ مسلمانوں کے نام ووٹر لسٹ سے ابھی بھی غائب ہیں؛ لیکن حکومت نے مسئلہ کی ناسمجھی کی بنیاد پر جلد بازی میں CAA قانون نافذ کر دیا۔ حد تو یہ کر دیا کہ آسام میں ناکامی کا خمیازہ بے وجہ پورے ہندوستان پر NRC اور NPR تھوپ کر کر دیا۔ اب ہندوستان کے 130 کروڑ عوام نوٹ بندی کی لائن سے بھی بڑی لائن میں کھڑے نظر آئیں گے۔ افسوس کے ''ہر شاخ پر اُلّو بیٹھا ہے، انجام گلستان کیا ہوگا''۔